International Research Journal of Religious Studies, Vol.:1, Issue: 01,July-Dec 2021 PP: 21-38

OPEN ACCESS
IRJRS
ISSN (Online): 2959-1384
ISSN (Print): 2959-2569
www.irjrs.com

تصور حجیت قرآت ایک اجمالی جائزہ

THE CONCEPT OF AUTHORITY OF QIRA'AT:AN OVERVIEW

Saad Jaffar
Lecturer Islamic studies, Department of Pakistan Studies, Abbottabad University of Science and Technology, KPK, Pakistan.
Email: Saadjaffar@aust.edu.pk
https://orcid.org/0000-0003-3438-9360

Abstract

The present research work analysis the importance of Qirat in the Holy Quran and especially in an Islamic Society. Ahadith Nabvi and Holy Quran itself evaluates the role of Qirat. Various Isalmic scholars of different school of thought have presented their own views and consider it a great source of learning. The present study has tried best to introduce Qirat as a unique source in Islamic teachings. The present study seeks to analyse the authority on concept of Qirat in the focused context of its use in an Islamic world. The wisdom of Qirat has become an art and numerous books have been published on it. The present research is qualitative and based upon evaluative and descriptive techniques. Both primary and secondary sources have been utilised to find more and comprehensive results, e. g. Holy Quran, Ahadith, Tafaseer Books, articles etc. This research deeply highlights the significance of Qirat, its types and current situation in the light of the statements of eminent scholars and Fiqh.

***Key Words**: Qirat, Holy Quran, Ahadith, Islamic Society, Scholars.*

CC BY

موضوع کا تعارف

اسلامی اصطلاح میں حجیت کا مفہوم یہ ہے کہ ایسا وارد حکم جو عقائد و احکام اور فضائل و اعمال سے متعلق ہو اس کی تصدیق کے لیے اللہ کی کتاب اور حدیث نبوی ﷺ سے تصدیق کی جائے جبکہ حدیث نبوی ﷺ کا درجہ قرآن جیسا لیکن اس کے بعد کا ہے۔

قراءت کی تعریف:

قراءت کا لفظ قراءۃ کی جمع ہے جبکہ یہ لفظ قراءۃ قراء، یقرؤہ، ویقرؤہ کے مصادر ہے اور، ثلاثہ (قرنا، قراء ہ وقرء انا) میں سے ایک ہے۔آئمہ ض کے مطابق قرأت کی مختلف تعریفیں بیان ہوتیں ہیں جن میں دو کو یہاں شامل کیا گیا ہے۔

ا۔امام زرکشی (۷۹۴ھ) کا ارشاد ہے:

"قراءت سے مراد الفاظ وحی کا وہ اختلاف ہے جو تخفیف و تشدید کی رو سے حروف کی کتابت یا کیفیت ادائیگی کے متعلق ہے"[1]

۲۔امام زرقانی (م ت ۱۳۶۷ھ) فرماتے ہیں:

"قراءت سے مراد دراصل وہ مذہب ہے جس پر آئمہ قراءت میں سے کوئی امام ملتاہے اور وہ قرآن مجید کے نطق میں اپنے علاوہ دیگر آئمہ کرام کی تجاویز اور ان کی مخالفت کرتا ہے۔ بعض دفعہ یہ روایات میں متفق بھی ہوتے ہیں اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ اختلاف حروف یا حرف کی شکل میں ہو"[2]

اہل علم کے قرات کے حوالے سے تقریبا دو مذاہب ہیں ایک مذہب امام زرکشی اور امام زرقانیؒ کا مذہب ہے جن کے مندرجہ بالا تعریف کی گئی ہے۔

دوسرا امام ابن الجزری اور امام العقائد ......وغیرہ کا ہے جن کی تعریفات مندرجہ ذیل ہیں: امام البناء الدمیاطی (ت ۱۱۱۷ھ) فرماتے ہیں:

ا۔علم قراءت سے مراد دراصل وہ علم ہے جس میں مختلف کیفیات حاضر ہوتی ہیں مثلا حذف واثبات، تحریک و تسکین، فصل وھل اور ابدال و سماع وغیرہ۔[3]

۲۔علامہ ابن الجزریؒ (ت ۸۳۳ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

"قرآن پاک کے کلمات کی ادائیگی کی کیفیت اور آئمہ قرات کی طرف سے منسوب اختلافات کو معلوم کرنے کو علم قرات کہتے ہیں۔"[4]

قرآن مجید اور قراءت میں فرق:

قرآن مجید اور قرات میں فرق ایک نہایت اہم مسئلہ ہے، جس میں مندرجہ زیل اہم اقوال موجود ہیں:

ا۔قرآن مجید اور قراءات دو الگ الگ حقیقتیں ہیں:

اگر یہ مان لیا جائے کہ قرآن اور قرات الگ الگ حقیقتیں ہیں تو اس رائے کو امام زرکشی رحمہ اللہ (ت ۷۹۴ھ) نے اپنی کتاب "البرہان" میں کچھ یوں بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"القرآن والقرآءات حقیقتان متغایرتان، فالقرآن: ھو الوحی المنزل علی محمد ﷺ للبیان والاعجاز، والقرآءات: اختلاف اِلفاظ الوحی المذکور فی الحروف وکیفیتھا من تخفیف وتشدید وغیرھما" [5]

"قرآن اور قراءات دراصل دو متغایر حقیقتیں ہیں، قرآن مجید دراصل، بیان واعجاز کی رو سے حضور ﷺ پر نازل کردہ وحی ہے، جبکہ قراءات دراصل الفاظ کا وہ اختلاف ہے، جو مختلف کیفیات میں مذکور ہے مثلا: حروف اور تخفیف و تشدید وغیرہ۔

امام قسطلانی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب "لطائف الاِشارات" میں میں اسی رائے کو اختیار کیا ہے۔

مختلف معاصرین میں سے ڈاکٹر صبحی صالح [6]، سید ابوالقاسم خوئی [7] اور ابراہیم ابیاری [8] کا بھی یہی موقف رہا ہے۔

۲۔ قراءات متواترہ، عین قرآن ہیں:

اس سے مراد قراءت کی وہ قسم ہے جس میں وہ تمام شرائط (صحت سند، موافقت عربیت اور موافقت رسم) موجود ہوں وہ عین قرآن ہے۔ ایسی حدیث جو ان تمام شرائط سے خالی ہو تو وہ فقط قراءت ہے۔

یہ جمہور اہل علم اور مقرئین کی خاص رائے ہے۔

۳۔ ہر قراءت قرآن کا وہ حصہ ہے، خواہ وہ شاذ ہو۔

یہ امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ کی خصوصی رائے ہے۔

۴۔ امام باقلانی رحمتہ اللہ علماء کرام رائے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قراءات کا وجوہ سات باتوں کے گرد گھومتی ہے، پہلا یہ کہ حرکت اور صورت کے باوجود معنی میں تبدیلی واقع نہ ہو۔ جیسے (وَيَضِيقُ صَدْرِي) [9] اور "وَيَضِيقَ" دوسری وجہ یہ کہ جس میں صورت تبدیلی کے بغیر مفہوم میں تبدیلی واقع ہو جائے، جیسے : (قَالُوا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا) [10] اور (فَقَالُوا رَبَّنَا بَعِّدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا)۔

تین طرح سے اختلاف جیسے حرف، صورت اور معنی مثال: {نَنْشُرُهَا} اور {نُنْشِزُهَا}

اسی طرح وہ لفظ جس میں کلمہ تبدیل ہو جائے لیکن اس کا اثر مفہوم پڑ نہ پڑے جیسے {كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ} اور "كَالصُّوفِ الْمَنْفُوشِ"۔

کلمہ اور معنی میں تبدیلی کی صورتیں جیسے {وَطَلْحٍ مَنْضُودٍ} اور "طَلْعٍ مَنْضُودٍ"۔

مقدم اور موخر میں اختلاف مثال {وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ} اور "سکرۃ الحق بالموت"

زیادہ ہو جائے جیسے: "تسع وتسعون نعجۃ انثی"، "واما الغلام فکان کافرا وکان ابواہ مؤمنین، اور فإن اللہ من بعد إکراھن لھن غفور رحیم۔"

۵۔ قرآن کے معانی سے مراد سبعہ حروف ہیں مثلا قصص، وعد، وعید، امر، نہی، مجادلہ۔

ابن عطیہ رحمتہ اللہ لکھتے ہیں:

"یہ کمزور بیان ہے، اس لیے کہ ان حروف کو دنیا میں شامل نہیں کیا جاسکتا علماء کرام کا اتفاق ہے کہ جو چیز حلال ہے

اسے حلال قرار دینا اور ان کے مفہوم کو واضع کرنے کی ضرورت نہیں ہے"

امام قرطبیؒ رحمتہ اللہ کچھ علما کرام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"سات قسم کی قراءت جو مختلف قراء کی طرف منسوب کی جاتی ہے یہ ان ساتھ حروف کے مطابق نہیں ہے جن کے مطابق صحابہ کرام تلاوت فرمایا کرتے تھے، بلکہ سبعہ حروف سے مراد صرف ایک حرف ہے جس کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن کو ایک مصحف میں جمع کیا" [11]

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا :

"یہ رعایت قراءت سبعہ میں بیان ہے کہ قراء کرام نے دوسرے قراء کی قراءت کی اجازت عام دی ، اور ان کی قراءت میں مصحف میں کی تلاوت کرنے کی اجازت ہے۔ یہ بھی عام تاثر ہے جو قرات سے منسوب کی گئی ہیں اسلئے ان کی طرف سے انھیں باقائدہ یہ اختیار کیا گیا ہے ان کے مطابق وہ قرات ذیادہ اولی اور احسن ہے اور سارے مسلمانوں کا بھی باہم اتفاق یہی ہے کہ اس سلسلہ میں آئمہ قرات نے جو کچھ ارشاد فرمایا درست ہے۔ اس کی درستگی کے متعلق کافی کتب تحریر ہوئی ان میں تمام قراءت کو درست قرار دیا ہے اور اس پر علماء کرام کا اجماع ہے۔ اس اجماع سے قرآں کے بارے میں اللہ کی حفاظت کی ذمہ داری کے وعدہ پر بھی دلالت ملتی ہے۔"

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھرپور انداز میں امام قرطبیؒ رحمہ اللہ کے ابن جریر رحمہ اللہ کے بارے میں بیان کی تائید کی ہے۔

سابق مبحث سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام ابن کثیر نے امام ابن جریر کے سبعہ حروف کے بارے میں موقف کی تائید کی ہے جو ان کے حامی ہونے کی دلیل ہے۔

جن کا مؤقف ہے :

سبعہ احرف سے مختلف لغت عرب کا ایک ہی کلمہ میں فرق یا اختلاف گردانتے ہیں، اس کا مطلب ہے مختلف الفاظ کا استعمال ایک کلمہ میں کیا جاتا تھا اور اس کی اجازت تھی جیسے هَلُمَّ، تَعَال اور اَقْبِل وغیرہ۔ لہٰذا یہ علماء کرام اور ان کے ہم خیال سبعہ حروف میں جن الفاظ کے حذف، نسخ یا توقف کے قائل ہیں وہ سات ہیں۔

قراءت کی اقسام:

سند کے حوالے سے قراءات کی چار قسمیں ہیں :

۱۔ متواترہ ۲۔ ملحق بالمتواتر ۳۔ مشہور ۴۔ شاذ

وہ قراءات جن کو ہر دور میں قراء کی اتنی بڑی جماعت نے نقل کیا ہو جن کا جھوٹ پر اجتماع محال ہو اور جن کے طرق پر تمام ناقلین کا اتفاق ہو چکا ہو قراءات متواترہ کہلاتی ہیں جیسے قراء سبعہ سے منقول اصول قراءات۔ مثلاً میم جمع اور ہائے ضمیر کا صلہ، ادغام کبیر اور امالہ وغیرہ۔

"ملحق بالمتواتر سے مراد یہ ہے کہ شہرت کے اعتبار سے متواتر کے درجہ تک پہنچی ہو لیکن سند میں موجود راویوں کا ضبط و اتقان متواتر سے کم درجہ کا ہو جیسے قراء کے مفرد کلمات میں اختلاف ملحق بالمتواتر کی یہ اصطلاح ابن الجزری (۸۳۳ء) سے منقول

ہے اور یہ قراءات مشہورہ سے الگ اور مستقل اصطلاح ہے "[12]

قراءت مشہورہ ایک مستقل اصطلاح ہے اور یہ زیادہ تر فقہاء احناف کے ہاں مستعمل ہے قراء کے ہاں اس کا ذکر عام نہیں ہے۔ اس سے مراد وہ قراءات ہیں جو مصاحف عثمانیہ لکھتے وقت خارج کر دی گئیں مگر عہد تابعین میں ان کی تفسیری حوالہ سے شہرت تھی، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول تمام کلمات تفسیریہ احناف کے مشہور کا درجہ رکھتے ہیں۔ جیسے کفارہ یمین میں فصیام ثلاثۃ ایام کے ساتھ "متابعات" کا لفظ تفسیر کے حوالہ سے معتبر تصور کیا گیا۔

ایسی قراءات جو مصاحف عثمانیہ لکھتے وقت خارج کر دی گئیں اور عہد تابعین میں بھی ان کی شہرت نہیں تھی قراءات شاذہ کہلاتی ہیں۔ جیسے مریض اور مسافر کے لیے روزوں اور رمضان کی قضاء کے ضمن میں فعدۃ من اخر کے ساتھ "متابعہ" کا لفظ تفسیری نقطۂ نظر سے ملحوظ نہیں رکھا گیا۔

قراءات متواترہ سے استنباط:

فقہاء کے ہاں قراءات متواترہ کے حجت ہونے اور ان سے مسئلہ مستنبط کرنے میں کسی کے ہاں قابل ذکر اختلاف نہیں پایا جاتا البتہ بعض صورتوں میں استنباط کے اصول میں اختلاف ہے۔ یہاں ان صورتوں کا ذکر مقصود ہے جن میں فقہاء کے ہاں اصول استنباط پر اتفاق ہے اور جن میں ان کے ہاں اختلاف ہے اس کے ساتھ ہی ان مثالوں کا بھی ذکر کیا جائے گا جن میں فقہاء کے اصول استنباط کا اختلاف واضح ہوتا ہے۔

پہلی صورت یہ ہے کہ کسی کلمہ میں دو قراءتیں ہوں اور دونوں کا مدلول الگ ہو اور دونوں پر بیک وقت عمل ہو سکتا ہو تو ان قراءات کو دونوں مدلولات پر محمول کر دیا جائے گا اور ان سے مستنبط ہونے والے احکام بیک وقت مراد ہوں گے۔ مثلاً (وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيۡدٌ)[13] "لَا يُضَآرَّ" میں راء کو میں راء کو مضموم اور مفتوح دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ مضموم ہونے کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ کاتب اور گواہ کو تکلیف نہ دی جائے گویا فعل مضارع مجہول ہے۔ یہ حکم مدعی اور مدعا علیہ کے لیے ہے کہ کوئی کاتب اور گواہ پر دباؤ نہ ڈالے اور انہیں اپنی مکمل آزادی کے ساتھ لکھنے اور گواہی دینے کا موقع فراہم کیا جائے اور "لَا يُضَآرَّ" مفتوح ہونے کی صورت میں اس کا فاعل کاتب ہے یعنی فعل مضارع معروف ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ معاملات کی غلط کتابت اور جھوٹی گواہی دے کر کاتب اور گواہ ورثاء کو تکلیف نہ دیں اس صورت میں مخاطب کاتب اور گواہ ہیں اور دفع ضرر ورثاء کا مقصود ہے دونوں قراءات کی صورت میں دو احکام ثابت ہو رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ دونوں مقصود ہیں کہ نہ ورثاء کو حق ہے کہ کاتب اور گواہ کو تکلیف دیں اور نہ کاتب و گواہ کو اجازت ہے کہ وہ ورثاء کو تکلیف دیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایک کلمہ میں دو وجوہ قراءات ہوں اِن کی اصل میں بھی اختلاف ہو مفہوم اور صیغہ کا بھی اختلاف ہو لیکن حکم دونوں قراءات سے ایک ہی مستنبط ہوتا ہو مثلاً {وَاتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰهٖمَ مُصَلًّى}[14] کو امام نافع اور عبداللہ بن عامر شامی نے {وَاتَّخَذُوۡا} صیغہ ماضی سے پڑھا ہے جبکہ باقی قراء نے {وَاتَّخِذُوۡا} صیغہ امر کے ساتھ پڑھا ہے۔ صیغہ ماضی کے ساتھ پڑھا جائے تو یہ جملہ خبریہ ہے اور خبر بمعنی انشاء ہے۔ مقصد نقل حکایت کی صورت میں اُمت کو حکم دینا ہی ہے۔ لہٰذا دونوں قراءات سے حکم ایک ہی مستنبط ہوتا ہے۔

ابوالبرکات انباری (۵۷۷ھ) اس صورت کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ لازم نہیں کہ ہر قراءت ایک نیا معنی ہی دے بلکہ کبھی دونوں قراءات سے ایک ہی حکم ثابت ہوتا ہے اسی طرح کی ایک مثال سورۃ سبا میں بھی ہے۔ {فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا} (السباء: ۱۹) اس کو ابن کثیر مکی، ابو عمرو بصری نے امر کے صیغہ سے پڑھا ہے جبکہ دیگر قراء نے باب تفعیل سے بعد صیغہ ماضی کے ساتھ پڑھا ہے۔ دونوں قراءتوں کا مفہوم ایک ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ دونوں قراءتوں سے حکم ایک ہی ثابت ہو لیکن اس کی وجوہ دلالت مختلف ہوں یعنی ایک قراءت سے حکم بذریعہ عبارت النص ثابت ہو رہا ہو جبکہ وہی دوسری قراءت سے بذریعہ دلالۃ النص ثابت ہو رہا ہو جیسے {وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ} [15] قاتل باب مفاعلہ سے ہے جس کی خاصیت اشتراک ہے اس بناء پر معنی ہو گا کہ تم ان سے جنگ نہ کرو مسجد حرام کے پاس یہاں تک کہ وہ تمہارے ساتھ لڑائی کریں جبکہ دوسری قراءت میں مجرد پڑھا گیا ہے۔ {وَلَا تَقْتُلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يَقْتُلُوْكُمْ فِيْهِ} اور یہ قراءت امام حمزہ کسائی کی ہے۔ اس کا معنی یہ ہو گا کہ تم ان کو قتل نہ کرو مسجد حرام کے پاس یہاں تک کہ وہ تم کو قتل کرنے لگیں فرق یہ ہوا کہ پہلی قراءت کی رو سے جنگ میں پہل ناجائز ہے اور دوسری قراءت کی صورت میں قتل میں پہل ناجائز ہے مجرد والی قراءت سے قتل کا ناجائز ہونا عبارۃ النص سے ثابت ہوا کہ جبکہ باب مفاعلہ والی قراءت سے قتل ناجائز ہونا دلالۃ النص سے ثابت ہوا کہ اگر جنگ میں پہل کرنا جائز ہے جو امکان قتل ہے تو قتل بطریق اولی ناجائز ہے۔ یہ تین صورتیں وہ ہیں جن کے اصول استنباط میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے جبکہ چوتھی صورت میں اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

چوتھی صورت میں دو قراءتوں سے دو مستقل حکم مستنبط کرنے کی گنجائش ہوتی ہے تو کیا دونوں حکموں کو ایک آیت میں جمع تصور کیا جائے گا یا ایک قراءات کو دوسری پر محمول کر کے ایک ہی حکم مراد ہو گا۔ فقہاء کے ہاں یہ صورت مختلف فیہ ہے۔ اکثر شوافع اور مالکیہ کے ہاں دو قراءتیں بمنزلہ دو آیات کے ہیں۔ للذا ہر قراءت سے الگ حکم ثابت ہو گا اور دو الگ حکموں کو ایک آیت م یں جمع تصور کیا جائے گا۔ قرطبیؒ مالکی (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں "والقراء تان کالایتین یجب العمل بموجبھما جمیعا" یعنی دو قراءت بمنزلہ دو آیات کے ہیں دونوں کے احکام کو جمع کر کے عمل کرنا واجب ہے جبکہ فقہاء حنفیہؒ کے ہاں اس بات کو مد نظر رکھا جائے گا کہ ان میں سے کون سی آیت محکم یا مفسر اور کون سی متشابہ یا مجمل۔ جو ان میں سے متشابہ یا مجمل ہو تو اس کو محکم یا مفسر پر محمول کر کے ایک ہی حکم لیں گے۔

دونوں نقطہ ہائے نظر کی مثالوں سے وضاحت:

الف:۔ ایک قراءت کو دوسری پر محمول کرنے کی مثالیں:

۱۔ {وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ} [16]

یطہرن کو نافع مدنی، ابن کثیر مکی، ابو عمرو بصری، ابن عامر شامی اور حفص نے مجرد نصر ینصر سے پڑھا ہے اور یہ تخفیف والی قراءت ہے جبکہ شعبہ، حمزہ اور کسائی نے يَطَّهَّرْنَ باب تفعل سے پڑھا ہے جو اصل میں يَتَطَهَّرْنَ تھا تاء کو طاء میں ادغام کر دیا تو يَطَّهَّرْنَ ہوا اور یہ قراءت تشدید والی ہے تخفیف والی قراءت کے مطابق عورت کے قریب ہونے کا جواز مدت حیض پوری ہونے پر انقطاع خون کی صورت میں ہے کہ اگر حیض کا خون منقطع ہو گیا تو مرد بلا غسل اس کے قریب جا سکتا ہے جبکہ تشدید والی

قراء میں مبالغہ ہے لہٰذا اس سے مراد غسل ہو گا اور مرد کو اس کے قریب جانے کا جواز غسل کے ساتھ ہو گا۔ جمہور مالکیہ اور شوافع کے ہاں چونکہ دونوں قراءات بمنزلہ دو آیات کے ہیں لہٰذا تخفیف والی قراءات انقطاع دم میں مستقل ہے اور تشدید والی قراءت غسل میں مستقل ہے جب تک دونوں جمع نہ ہوں تو ازدواجی تعلق درست نہ ہو گا۔ اس کو وہ جمع بین الحکمین کا نام دیتے ہیں۔ لہٰذا ان دونوں قراءتوں کے مفہوم میں انقطاع دم و غسل جمع ہو جائیں گے۔

محمد بن محمد الکیا الھراسی شافعی (۵۰۴ھ) نے اس بات کو ثابت کرنے کے لیے اپنے مخالفین فقہاء پر سخت تنقید کی ہے۔ اس طرح ابن عطیہ اندلسی مالکی (۵۴۲ھ) نے اس کی وضاحت یوں کی ہے کہ ان دونوں قراءات کو جمع کریں اور دونوں قراءتوں سے مفہوم انقطاع دم اور غسل دونوں کا نکلتا ہے لہٰذا صرف انقطاع دم سے بیوی حلال نہ ہو گی۔ ابن رشد محمد بن احمد (۵۹۵ھ) نے مالکیہ کے اس طرز استدلال پر اعتراض کیا ہے کہ اس طرح کلام میں مطابقت نہیں ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ تخفیف والی قراءت انقطاع دم کو ثابت کر رہی ہے اور تشدید والی قراءت غسل ثابت کر رہی ہے۔ جبکہ اگلا جملہ "فاذا تطھرن فاتوھن" بھی غسل پر دلالت کر رہا ہے تخفیف والی قراءت کے ساتھ آیت کا معنی یہ ہو گا کہ "تم ان کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ انقطاع دم ہو جائے جب غسل کر لیں تو ان کے پاس جا سکتے ہو۔" اس طرح دونوں جملوں کے درمیان عدم مطابقت ظاہر ہے۔ مالکیہ اور شافعیہ کا استدلال درست نہیں ہے لہٰذا تشدید والی قراءت تخفیف والی قراءت کا ہی مفہوم بیان کر رہی ہے۔ معنی یہ ہو گا کہ تم ان کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ انقطاع دم ہو جائے جب انقطاع دم ہو جائے تو جا سکتے ہو اور یہ بالکل درست معنی ہے معلوم ہوا کہ دونوں قراءتوں سے انقطاع دم کا ہی مفہوم درست ہے۔

اس پر امام قرطبیؒ (۶۷۱ھ) نے اعتراض کیا ہے اور تشدید والی قراءت کو اولیت دیتے ہوئے غسل لازم قرار دیا ہے۔ اس پر دلیل دیتے ہوئے عبداللہ بن عباسؓ کے شاگرد مجاہد بن جبر کی رائے نقل کی ہے جو مصنف عبدالرزاق میں ہے "للنساء طھران، طھر قولہ، حتیٰ یطھرن یقول، اذا تطھرن من الدم قبل ان یغتسلن وطھرن فاذا تطھرن ای اذا اغتسلن ولا تحل لزوجھا حتیٰ تغتسل" یعنی عورت کے دو طہر ہیں ایک جو یطھرن تخفیف والی قراءت میں ہے اور وہ غسل سے پہلے انقطاع دم ہے اور دوسرا باب تفعل سے یعنی جب غسل کر لے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ غسل کیے بغیر عورت اپنے شوہر کے حلال نہیں۔ شوکانی (۱۲۵۰ھ) بھی اسی کے قائل ہیں۔ جبکہ حنفیہؒ کے نزدیک ایام حیض مکمل ہونے کی صورت میں انقطاع دم سے مباشرت جائز ہوتی ہے ان کا طرز استدلال اس طرح ہے کہ تخفیف والی قراءت کے مفہوم میں دو احتمال ہیں۔ ایک انقطاع دم اور دوسرا غسل اور جس کلمہ کی دلیل سے وضاحت نہیں ہوتی اور اس جملہ میں احتمالات کا پہلو واضح ہو تو وہ متشابہ ہوتی ہے اور قرآن حکیم نے آیات کو ام الکتاب کہا ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ متشابہات کو واضح حکم پر پھیر دیا جائے ورنہ متشابہات کے مفہوم کے تعین میں تاویلات کا دروازہ کھل جائے گا اور قرآن حکیم میں اس کی نفی کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔

اللہ قرآن میں فرماتا ہے: {فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِھِمۡ زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَہَ مِنۡہُ}[17] بے شک جن لوگوں کے دلوں میں کج روی ہے وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ حضرت عائشہؓ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرماتے: "فاذا رایتم الذین یتبعون ماتشابہ منہ فاولئک الذین سماھم اللہ فاحذروھم۔" اور جب دیکھ لو ایسے لوگوں کو جو متشابہات کی پیروی کر رہے ہیں تو جان

لو کہ یہ وہ لوگ ہیں اللہ تعالیٰ جن کے بارے میں وعید کا ذکر نے کیا ہے بچو ان لوگوں سے ، جب دو قراء تیں متواتر ہیں اور تخفیف والی قراءت باوجود محکم اور واضح الدلالت ہونے کے چھوڑ دی جائے اور تشدید والی قراءت کا لحاظ رکھا جائے جبکہ تواتر میں دونوں برابر ہیں تو ایک قراءت متواترہ پر عمل بغیر کسی علت کے موقوف ہو جائے گا جو ٹھیک نہیں ہے۔ لہٰذا تشدید والی قراءت جو متشابہ اور غیر واضح الدلالت ہے اس کو قراءت تخفیف پر جو محکم اور واضح الدلالت ہے مجمول کر دیا جائے گا اور معنی یہ ہوگا کہ انقطاع دم مباشرت کے لیے کافی ہے البتہ اگر اکثر مدت ، جو احناف کے نزدیک دس دن ہے ، سے پہلے انقطاع دم ہو تو غسل کرنا مباشرت کے لیے ضروری ہوگا۔ امام محمد بن حسن شیبانی (۱۸۹ھ) فرماتے ہیں "لا تباشر حائض عندنا حتیٰ تحل لھا الصلوٰۃ او تجب علیھا وھو قول ابی حنیفۃ" (یعنی حیض والی عورت سے مباشرت ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے جب تک نماز اس کے لیے جائز یا اس پر واجب نہ ہو جائے۔ امام ابو حنیفہؒ کے ہاں بھی یہی مسلک ہے۔ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی (۷۴۳ھ) نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ اس طرح دو قراءات متواترہ سے مسئلہ اخذ کرنے کے حوالے سے طرق استنباط اور ثمرہ اختلاف میں فقہاء کی آراء میں فرق واضح ہو جاتا ہے۔

"وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ"[18]

لامستم باب مفاعلہ ہے۔ جس کی خاصیت مشارکت ہے یعنی اس کا استعمال وہاں ہوتا ہے جہاں ایک عمل میں فریقین شریک ہوں جیسے قاتلہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک نے دوسرے ک ساتھ لڑائی کی جبکہ اس کا مجرد لمس ہے جو مشترک ہے جس کے مفہوم میں یک طرفہ کسی چیز کو چھونا بھی شامل ہے۔ چنانچہ لامست الثوب بولنا اس لیے غلط ہے کہ کپڑے کو یک طرفہ چھوا جاتا ہے اور جماع سے کنایہ بھی ہے۔

اس تناظر میں لامستم (مفاعلہ) کا مطلب صرف دو طرفہ عمل یعنی جماع ہے اور لمستم (مجرد) کا مطلب مرد کا عورت کو ہاتھ لگانا اور چھونا بھی ہے اور جماع بھی مراد ہے۔ اکثر شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک دو قراء تیں بمنزلہ دو آیتوں کے ہیں لہٰذا دو الگ الگ حکم ان میں جمع ہیں وہ اسی طرح کہ مجرد والی قراءت کی روشنی میں عورت کو چھونا ناقض وضو اور موجب طہارت ہے اور باب مفاعلہ کی قراء کی روشنی میں جماع موجب طہارت ہے۔ احناف کے ہاں لامس مفاعلہ والی قراءت محکم ہے کہ اس کا ایک ہی معنی جماع ہے اور لمستم مجرد والی قراءت متشابہ ہے یہ چھونے کے معنی میں بھی استعمال ہو سکتا ہے اور جماع کے بھی لہٰذا متشابہ کو محکم کی روشنی میں دیکھتے ہوئے یہ حکم اخذ کیا جائے گا کہ جماع ہی موجب طہارت و غسل ہے صرف چھونے سے طہارت لازم نہ ہوگی۔

جصاص اس اصول استنباط سے مسئلہ اخذ کر کے اس کو نبی کریم ﷺ اور صحابہ رسول کرامؓ کے اقوال سے مزید ثابت کرتے ہیں کہ اگر محض چھونا ناقض طہارت ہوتا تو آپ وضو وغیرہ ضرور کرتے جبکہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے بھی کچھ ثابت نہیں ہے البتہ اس کے برعکس یعنی چھونے کے غیر ناقض ہونے پر متعدد دلائل ہیں۔ مثلاً "عن عائشۃ ان النبی ﷺ قبل بعض نسائہ ثم خرج الی الصلوٰۃ ولم یتوضا" حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نماز کے لیے تشریف لے جاتے جبکہ انہوں نے اپنی بعض بیویوں کو بوسہ دیا ہوتا مگر وضو نہ فرماتے۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ ہی کی دوسری

روایت ہے: "کنت انام بین یدی رسول اللہ ﷺ ورجلای فی قبلتہ فاذا سجد غمزنی فقبضت رجلی..." کہ میں اس حالت میں سوئی ہوئی تھی کہ میرے قدم رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہوتے تھے۔ آپ مجھے ہاتھ سے اشارہ فرماتے جبکہ آپ ﷺ سجدہ فرمانے لگتے تو میں سمیٹ لیتی تھی اپنے پاؤں۔ فقہ مالکی کے مشہور عالم اور فقیہ، الحطاب (۹۵۴ھ) نے ایک عمدہ توجیہ پیش کی ہے اور وہ یہ ہے کہ لمس مجرد ہو تو کبھی بمعنی طلب بھی آتا ہے جیسے { وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ }[19] تو لمستم النساء کا مطلب ہوگا کہ طلبتم النساء اور یہ جماع ہی سے کنایہ ہے۔ لہٰذا جماع ہی موجب طہارت ہوا۔

"لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ "[20]

یمین کے لغت میں دو معنی آتے ہیں۔

۱۔ دایاں ہاتھ ۲۔ طاقت و قوت

پھر اس کا شرعی استعمال قسم کے مفہوم میں ہوا اس لیے کہ عرب جب قسم کھاتے تھے تو ہر آدمی دوسرے کے دائیں ہاتھ پر اپنا دایاں ہاتھ مار کر یہ ثابت کرتا کہ بات پکی ہوگئی ہے۔ لہٰذا اس میں مضبوطی و قوت اور دائیں ہاتھ کا مفہوم بھی آگیا۔

سبعہ احرف کا مفہوم:

ابو عبید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

صرف ایک حدیث کے علاوہ تقریباً ساری حدیثیں سبعہ احرف کے بارے میں تواتر سے منقول ہوئی، سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ اسے روایت کرتے ہیں کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

"انزل القرآن علیٰ ثلاثۃ احرفٍ"[21]

قرآن تین حروف پر نازل کیا گیا ہے۔

ابو عبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سبعہ والی روایت مشہور روایت ہے مگر اس کا مفہوم ہرگز یہ نہیں کہ سات دفعہ ایک حرف کو اس قسم کی بیان کردہ مثالیں موجود نہیں ہیں۔

حروف سبعہ دراصل اس قسم کے حروف ہیں کہ لغت عربی میں صرف اور صرف متفرق سات حروف جو قران کے لغات میں سے ہیں کا نزول ہوا۔ ایک قبیلے سے منسوب لغت پر ایک حرف، اسی طرح دوسرے قبیلے سے منسوب لغت پر پہلے سے مختلف حرف، تیسرے قبیلے کی لغت سے متعلق مختلف لغات۔ باقی ماندہ حروف کا بھی معاملہ ایسا ہی ہے، ان میں سے کچھ لغات قرآن کے زیادہ حصے میں شامل ہے اور بعض جگہ پر کم۔

کلبی رحمہ اللہ، روایت بیان کرتی ہیں جس کو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"انزل القرآن علیٰ سبع لغات، منھا خمسٌ بلغۃ العجز من ھوازن "[22]

نزول قرآن سات لغات پر ہوا۔

ابو عبید رحمہ اللہ پھر لکھتے ہیں: عجز میں بنو اسعد بن بکر، جشم بن بکر، نصر بن معاویہ اور ثقیف کا شمار ان ہی میں ہوتا ہے،

جو کہ علیا ہوازن ہیں۔ جن کے لیے ابو عمرو بن العلاء رحمہ اللہ، نے فرمایا:

اِفصح العرب علیا ہوازن و سفلی تمیم یعنی بنی دارم علیا ہوازن اور سفلی تمیم سب میں سے فصاحت والے تھے یعنی بنی دارم ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی وجہ سے فرمایا:

لایملی فی مصاحفنا إلا غلمان قریش اِو ثقیف" (قدمہ تفسیر ابن کثیر) ان دو لغات کے بارے میں ابن جریر رحمہ اللہ کا خیال ہے یہ قریشی اور خزاعہ ہیں۔[23]

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے قتادہ روایت کرتے ہیں، لیکن ان سے لقاء ثابت نہیں۔

ایک قرآنی آیت کہ بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ جب اس کے بارے میں ان سے پوچھا گیا تو آپ نے جواب میں شعر عرض کیا اور یوں شعر کے زریعے قرآن پاک کی تشریح کی۔

ہیثم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جب تلاوت فرمائی ایک آیت { وَالَّیۡلِ وَمَا وَسَقَ }[24] تو ساتھ ہی اس کے شعر بھی بیان کیا:

اِن لا فلائصاً حقائقاً مستوسقات لو یجدن سائقا آپ رضی اللہ عنہ نے ایک آیت { فَإِذَا هُمۡ بِالسَّاهِرَةِ }[25] کا مفہوم بیان کرتے ہوئے اس طرح عرض کیا، مراد اس کی یہاں زمین ہے جس پر اُمیہ بن ابی صلت نے اپنا قول بیان کیا:

"عندھم لحم بحر و لحم ساھرۃ"[26]

پاس ان کے جانور ہیں سمندر اور زمین (خشکی) والے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ مجھے آیت { فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ }[27] کا مفہوم نہیں معلوم تھا میں نے جب دو اعرابیوں کو جھگڑا کرتے ہوئے کنویں کے متعلق سنا، جس کے متعلق ایک نے فرمایا "اِنا فطرتھا" یعنی میں نے اس کی ابتداء کی ہے۔[28]

جریر طبری رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ قرآن کا نزول چند لغات پر ہوا۔ مگر تقریبا سات سے زیادہ لغات عرب میں موجود ہیں۔ سبعہ احرف سے متعلق جب امام صاحب سے پرچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا ان کا قول دوسرے اقوال سے نہیں ملتا جلتا، تو آپ نے جواب دیا کہ سبعہ احرف اصل میں، ترغیب وترہیب، قصص و مثل اور یہ ان جیسے دوسرے اقوال سے ملتے جلتے ہیں، ان الفاظ کو آئمہ سلف نے استعمال کیا ہے۔ دراصل اس حدیث کے ذریعے جس میں ارشاد کیا گیا ہے کہ جنت کے سات دروازوں میں سے قرآن کو نازل کیا گیا ہے۔ حضرت ابن مسعود اور ابن بی کعب رضی اللہ عنہم نے روایت بیان کی ہے:

"ان القرآن نزل من سبعۃ ابواب الجنۃ "[29]

کچھ شک نہیں کہ قرآن کو سات دروازے جو جنت کے ہیں ان میں سے ان کا نزول ہوا۔

جنت کے سات دروازوں کے بارے میں ابن جریر رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ اصل میں ان سے مراد ترغیب وترہیب، امر نہی، اور قصص و مثل کے مفہوم ہیں، ان کے اوامر و نواہی پر جب انسان عمل پیرا ہوگا تو اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی، اس بارے میں مزید وضاحت بیان کی جاتی ہے:

بے شک لوگوں کو قرآن کی تلاوت سبعہ حروف میں کرنی کا حکم دیا گیا۔ مگر اس کی وجہ سے حضرت عثمان غنی امت کے درمیان قرات میں فرق اور افراد میں اختلاف دیکھا جو قرآنی کلمات میں خرابی کے اندیشہ کو شروع کرنے کا باعث ہو گیا تھا تو انھوں نے عام لوگوں کے لئے ایک حرف رائج کیا اور امت نے آپ کی تائید کی کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ آپ رضی اللہ اس کام کو زمہ داری سے سرانجام دے رہے ہیں اس لئے باقی چھ حروف کی قرات ترک ہو گئی یہاں تک کہ ان کا اسے عمال بھی ختم ہو گیا لیکن یہاں یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ قراءت کو ختم کرنے کی حضرت عثمان کو اجازت کہاں سے ملی جو نبی کریم نے بھی کی ہو۔

یہ نبی اکرم ﷺ کے فرمان (وأمرت إن إقرإ القرآن علی سبعہ إحرف) میں شامل ہیں، اختلاف کے بارے میں ہے کہ یہ کفر نہیں، اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ کفر ہے سبعہ احرف کے بارے میں جھگڑنا۔[30]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"سمعت ہشام بن حکیم یقرإ الفرقان فی حیاة رسول اللہ ﷺ فاستمعت القراء تہ فإذا ھو یقرإ علی حروف کثیرۃ لم یقرء نیھا رسول اللہ ﷺ فکدت إساورہ فی الصلاۃ فانتظرتہ حتی سلم، ثم لببتہ بردائہ...إو بردائی۔ فقلت: من إقرإک ھذہ السورۃ؟ فقال: إقرإنیھا رسول اللہ ﷺ، فقلت لہ: کذبت فواللہ ﷺ، فقلت: یارسول اللہ! إنی سمعت ھذا یقرإ بسورۃ الفرقان علی حروف لم تقرئنیھا وإنت إقرإتنی سورۃ الفرقان۔ فقال رسول اللہ ﷺ: إرسلہ یا عمر! اقرإ یا ہشام!۔ فقرإ ھذہ القرائۃ التی سمعت یقرؤھا۔ قال رسول اللہ ﷺ ھکذا انزلت، ثم قال رسول اللہ ﷺ: إن ھذا القرآن انزل علیٰ سبعۃ إحرف فاقرئُ ما تیسر منہ "[31]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حیات رسول اللہ ﷺ میں ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کو سورۃ الفرقان کی تلاوت فرماتے سنا۔ جب غور کیا تو قراءت کے دوران بہت سے ایسے الفاظ کا استعمال فرمارہے تھے جنھیں میں نے نہیں پڑھا تھا رسول اللہ ﷺ سے تلاوت کے دوران۔ نماز ہی قریب تھا کہ میں ان پر جھپٹ پڑوں، جب تک انہوں نے سلام نہیں پھیرا میں نے ان کا انتظار کیا۔ پھر میں نے چادر سے انہیں کھینچا اور پوچھا کہ کس نے تمہیں یہ سورت پڑھائی؟

جواب میں انہوں نے فرمایا کہ انہیں یہ سورت نبی کریم ﷺ نے پڑھائی ہے۔ تم غلط فرماتے ہو یہ سورت اللہ کی قسم جو تم پڑھ رہے ہو نبی کریم ﷺ نے مجھے بھی پڑھائی ہے۔ اور کھینچتا ہوا انہیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آیا اور فرمایا یارسول اللہ ﷺ سورۃ الفرقان میں نے انہیں جن حروف میں آپ ﷺ نے مجھے پڑھایا تھا ان حروف پر نہیں پڑھتے ہوئے سنا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: چھوڑ دواے عمر! ان کو۔ اور فرمایا اے ہشام تم تلاوت کر تو انہوں نے انہیں الفاظ میں کی جو میں نے سنے تھے۔ (یہ سورت) اسی طرح نازل ہوئی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جو آسان ہو وہ پڑھ لو اس لیے کہ قرآن کو سات حروف پر نازل کیا گیا ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص نے کچھ تغیرات سے قراءت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے قراءت کی تو یہ تغیرات مجھے آپ ﷺ نے نہ بتلائے۔ راوی کا بیان ہے کہ دونوں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جھگڑتے ہوئے پہنچے۔ نبی کریم ﷺ کے سامنے اس شخص نے قراءت کی تو آپ

ﷺ نے اسیے درست قرار دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ کے دل کو چین نہ آیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا
: (یاعمر! إن القرآن کلہ صواب، مالم یجعل مغفرۃ عذاباًأو عذاباً مغفرۃ)

رآن (میں) یہ تمام عین صواب ہے، نہ بدل دے تو جب تک رحمت کو عذاب اور نہ بدل دے عذاب کو رحمت میں۔

احرف سبعہ کے مفہوم کے سلسلے میں علماء کے درمیان اختلاف پیدا ہوا۔ ابو حاتم محمد بن حبان نے تقریباً ۳۵اقوال احرف سبعہ کے مفہوم سے متعلق ذکر کیے ہیں۔ پانچ اقوال ان میں سے پیش کیے جاتے ہیں :

ا۔سبعہ احرف سے الفاظ مختلفہ کے ساتھ متقارب معانی کی سات وجوہ مراد ہیں۔

جیسا کہ أقبل، تعال اور ھلم وغیرہ۔اس قسم کے قول کو اختیار کرنے والوں میں عبداللہ بن وہب ،ابو جعفر ابن جریر اور طحاوی رحمہ اللہ وغیرہ شامل ہیں۔

طحاوی رحمہ اللہ ابو بکرۃ سے روایت کردہ حدیث اس سلسلہ میں بیان کرتے ہیں :

(اِتانی جبریل ومیکائیل علیھماالسلام، فقال جبریل: اقرأالقرآن علیٰ حرف واحدٍ، فقال میکائیل: استزدہ، قال: اقرأعلیٰ سبعۃ اِحرفٍ، کلھاشافِ کافِ، مالم تختم آیۃ رحمۃ بآیۃ عذاب اِوآیۃ عذاب برحمۃ) [32]

جبریل اور میکائیل علیہا السلام پاس آئے۔ پس (جبریل علیہ السلام) فرمانے لگے : قرآن کو پڑھیں سات حروف پر۔ ہر حرف ان میں کافی وشافی ہے۔سوائے اس کے کہ آپ رحمت کی آیت کو عذاب سے اور عذاب کی کو رحمت سے نہ بدل دیں۔

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح کی روایت بیان کرتے ہیں وہ آیت : {یَوۡمَ یَقُوۡلُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوا انۡظُرُوۡنَا نَقۡتَبِسۡ مِنۡ نُّوۡرِکُمۡ} [33]میں للذین ءامنواِمھلونا، للذین ءامنوااِخرونا، للذین امنواارقبونا، کی بھی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اور دوسری آیت : {کُلَّمَاۤ اَضَآءَ لَھُمۡ مَّشَوۡا فِیۡہِ} [34]میں مروافیہ، اور سعوافیہ، پڑھتے۔

امام طحاوی کا ارشاد گرامی ہے :

قرآن پاک کی دراصل سات لغات میں قرات کرنا بالکل رخصت جیسا تھا اور یہ صرف اس وقت تک جاری رہا تھا جب قریش لی لغت پر تلاوت کرنا مشکل امر تھا اور نبی کریم نے ان کی کتابت اور حفظ سے لاعلم ہونے کی وجہ سے انھیں اسی طرح پڑھایا سیکھایا۔ یہ طریقہ ابتدائی زمانے سے منسوب تھا پھر یہ رخصت کچھ وجوہات سے حفظ میں آسانی، کتابت اور ضبط کی کثرت کی بدولت یہ اوصاف زائل ہوگئے اور یہ تاثر بھی عام ہے کہ حضرت عثمان نے عوام کو ایک قرات کے قریب کردیا تھا کیوں کہ قرات کے اختلاف کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے بھی فرق کرنے لگے تھے اور حضرت محمد نے بھی تفرقوں اور اختلافات کو ختم کرنے کے لئے باقی ماندہ قراتو کی تلاوت سے منع فرمادیا۔" [35]

امام خطابیؒ کا بیان ہے کہ چند افراد نے {وَعَبَدَ الطَّاغُوۡتَ} [36]اور {یَرۡتَعۡ وَیَلۡعَبۡ} [37]میں سات لغات بیان کیے ہیں۔

قاضی باقلانی رحمہ اللہ کا بیان ہے :

لغت قرآن میں قرآن کے نزول کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قول کا مطلب ہے کہ سارے کا سارا قرآن لغت قریش نہیں نازل ہوا بلکہ اس لغت پر قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا {قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا} [38]فرمان اعلیٰ شان ہے اس میں کسی خاص قبیلے کا رسم شامل نہیں بلکہ اس میں عرب کے اسم میں تمام قبائل کا سم پایا جاتا ہے۔

شیخ ابو عمر بن عبدالبر رحمہ اللہ کا بیان ہے :لأن غیرلغة قریش موجودة فی صحیح القراء ات کتحقیق الھمزات ونحوھا، فإن قریشالا تھمز۔قرآنیہ قراءت کے اندر تحقیق ہمزات کی موجودگی اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں قریش کے علاوہ دوسرے لغات کی شمولیت بھی ہے، جبکہ قریش کی لغت بالکل ایسی نہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان قرآن کریم میں قریشی لغت اور دوسری لغات کی موجودگی کی ایک دلیل ہے جس میں ان کا فرمان ہے کہ وہ { فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ }[39] ان کے مفہوم سے ناواقف تھے، اور انہوں نے ایک اعرابی کو"انا فطر" ایک کنویں کے بارے میں کہتے ہوئے سناانہوں نے اس کی ابتداء کی۔

سات لغات قرآن مختلف قبیلوں کے رسم پر منحصر ہیں، اس لیے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ق بیان ہے کہ قرآن کریم کا نزول لغت قریش پر ہوااور اہل نصب کے صحیح قول کے مطابق بنو نضر بن الحارث اصل میں قریش ہیں۔ ان کے اس بیان کی سند سنن ابن ماجہ کی حدیث سے معلوم ہوتی ہے۔[40]

٦۔سلف صالحین میں مصروف قرائے کرام:

چند صحابہ کرام قراء کا یہاں ذکر کیا جاتاہے جو ہیں۔

مہاجرین میں سے :ا۔سیدنا عثمان بن عفانؓ ٢۔علی ابن ابی طالبؓ ٣۔عبداللہ بن مسعودؓ

٤۔سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ ٥۔حذیفہ بن یمانؓ ٦۔عبداللہ بن عباسؓ

٧۔عبداللہ بن عمرؓ ٨۔زبیر بن عوامؓ ٩۔معاویہؓ بن ابی سفیان وغیرہم

جبکہ انصار میں سے :ا۔سیدنا ابی بن کعبؓ ٢۔معاذ بن جبلؓ ٣۔زید بن ثابتؓ

٤۔ابوالدرداءؓ ٥۔ابو موسیٰ اشعریؓ

قرائے کرام تابعین میں سے جو مشہور ہوئے ان کی فہرست درج ذیل ہے:

مدینہ منورہ سے :ا۔سیدنا سعید بن مسیبؒ ٢۔مسلم بن جندب ٣۔ابن شہاب زہریؒ

٤۔عبدالرحمٰن بن ہرمز ٥۔معاذابن الحارث

(وہ مشہور قراء جو معاذ القاری کے ناموں سے جانے جاتے ہیں)

مکہ مکرمہ سے :ا۔عطابن رباح ٢۔طاؤس بن کیہان الیمانی ٣۔عبداللہ ابن ابی ملیکہ

بصرہ سے :ا۔ابوالعالیہ لیامیؒ ٢۔ابوزجاء عطاروی ٣۔نصر بن عاصم

٤۔یحییٰ بن ہمر ٥۔حسن بصریؒ ٦۔محمد بن سیرینؒ

٧۔قتادہ بن دعامہ

کوفہ سے :ا۔علقمہ بن اسود ٢۔اسود بن یزید نخعی ٣۔مروق بن جرع

٤۔عبیدہ بن عمرو سلمانی ٥۔عمرو بن شرحبیل ٦۔ربیع بن خسیم

٧۔حارث بن قیس

شام سے :۱۔ مغیرہ بن شہاب مخزومی صاحب مصحف عثمان

۲۔ابو بحریہ عبداللہ بن قیس جمعی ۳۔ یحییٰ بن حارث الزماری ۴۔عطیہ بن قیس (رحمۃاللہ علیہم)[41]

یہ وہ قرائے کرام ہیں جو تعلیم و تدریس اور نشر و اشاعت سے منسلک تھے۔ مگر چند علماء ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو علم قراءات کی حفاظت اور نشر و اشاعت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ وہ قرائے کرام درج ذیل ہیں :

مدینہ منورہ سے : ۱۔ابو جعفر یزید بن قیقاع ۲۔منیبہ بن نصاح ۳۔ نافع بن ابی نعیم

مکہ مکرمہ سے : ۱۔عبداللہ بن کثیر ۲۔ حمیر بن قیس الخرج

بصرہ سے : ۱۔عبداللہ بن ابی اسحٰق ۲۔ عیسیٰ بن عمرو

کوفہ سے : ۱۔ یحییٰ بن وتاب ۲۔ سلیمان اعمش ۳۔ علی بن حمزہ کسائی

شام سے : ۱۔عبداللہ بن عامر ۲۔عطبہ بن قیس کلابی

۳۔اسماعیل بن عبداللہ بن مہاجر ۴۔ علی بن حارث

۵۔ شریح بن یزید حضرمی (رحمۃاللہ علیہم)[42]

۷۔ فن قراءات پر تصانیف :

فن قراءات ایسا موضوع ہے جس پر تعلیم و تعلم اور تصنیف و تالیف کے حوالہ سے پہلی صدی ہجری سے عہد حاضر تک کوئی عہد خالی نہیں رہا ہے۔ عہد نبویؐ ہی میں مختلف قراءات کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ باہمی امکان کی صورت میں آپؐ رہنمائی فرمادیتے کہ دونوں کی تلاوت درست ہے۔ بعد میں اہل علم نے دیگر فنون کی طرح بحیثیت فن کے مختلف قراءات کی جمع و تدوین کا آغاز کر دیا تھا۔ یہ قراءات پہلے تعبیر قرآن کا حصہ تھیں۔ بعد میں مستقل کتابوں کی شکل اختیار کر گئیں۔ چند مشہور کتب درج ذیل ہیں :

۱۔ ابو عبید قاسم بن سلامؒ کی فضائل القرآن

۲۔ یحییٰ بن العمیرؒ : کتاب القراءات

۳۔ عبداللہ بن عامر الحلبی : اختلاف مصاحف الشام والحجاز والعراق۔

۴۔ العاصمؒ کی الجمع۔

۵۔ محمد بن عبدالرحمٰن بن معینؒ :۔اختیار فی القراۃ علی مذاہب العربیہ

۶۔ عیسیٰ بن عمر التقضی :۔کتاب اختیار

۷۔ علی بن عساکر (الخلاف بین قراءۃ عبداللہ بن عامر و بن قراءت اُبی عمر و بن العلاء وغیرہ)

جزریؒ کے مطابق ابتدائی مصنفین میں ابو جعفر طبریؒ اور ابو حاتم السجستانیؒ بھی شامل ہیں۔[43]

خلاصہ کلام

قراءات دراصل حروف اور تخفیف و تشدید الفاظ کا اختلاف ہے، جو مختلف کیفیات میں مذکور ہے۔ قراءت کی چار اقسام متواترہ، ملحق بالمتوترہ، مشہور اور شاذ ہیں۔ عرب کی لغات دراصل سات سے بھی زیادہ ہیں اور یہ لغات دراصل سات

قرات سے منسوب کی گئی ہیں۔قرآن پاک کو سات لغات میں پڑھنا صرف اس وقت اور اد دور تک تھا۔لوگوں کے لئے قریش کی لغت پر تلاوت کرنا مشکل ترین امر تھا اور نبی کریم نے اس کو مختلف وجوہات سے نا بلد ہو کہ اس طرح پڑھایا۔فقہاء کے ہاں قراء ات متواترہ کے حجت ہونے اور ان سے مسئلہ مستنبط کرنے میں کسی کے ہاں قابل ذکر اختلاف نہیں پایاجاتا البتہ بعض صورتوں میں استنباط کے اصول میں اختلاف ہے۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک قراءت پر عوام الناس کو یکجا کیا، کیونکہ لوگ مختلف قرات کی وجہ سے آپس میں اختلاف کرنے لگ گئے تھے تو حضرت عثمان نے ایک مصحف سب کے لیے مدون کروایا ۔آپ رضی اللہ عنہ نے اختلاف اور تفرقہ بازی کے خاتمے کے لیے دوسری قرات کے رجوع سے منع کیا، ی وقت کے ساتھ لوگوں میں ان حروف کے متعلق معرفت ختم ہو گئی اور ان کے درمیان اختلاف کا خاتمہ ہو گیا اس لیے اب سب پر لازم ہے کہ وہ اس رسم کے مطابق تلاوت کرے۔۔مقالہ میں سلف صالحین میں سے مشہور قراء کرام کے نام بھی بیان کیے گئے ہیں اس کے علاوہ شروع صدی سے لے کر حالیہ دور تک اس علم کی کتابت پر بھی کام ہو تو رہا اس پر بھی واضح روشنی ڈالی گئی ہے۔اس مقالہ میں قراءت قرآن کی حجیت کو بیان کیا گیا اور اس کی حجیت کو واضح کرنے کے لیے مثالیں بھی بیان کی گئی ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

1 ۔الزرکشیؒ، البرہان فی علوم القرآن، ص:۳۱۸

2 ۔الزرقانی، عبد العظیم، مناہل العرفان فی علوم القرآن، القاہرہ، 1376ھ، ص:۴۱۰

3 ۔اتحاف فضلاء البشر، ج:۱، ص:۴۱

4 ۔پروفیسر ڈاکٹر، سعید الرحمن، قرآن حکیم کی قراءت متواترہ اور استنباط احکام

5 ۔لطائف الإشارات، ج:۱، ص:۱۷۱

6 ۔مباحث فی علوم القرآن، ص:124

7 ۔البیان فی تفسیر القرآن، ص:215

8 ۔المؤسوعۃ القرآنیہ، المحلد الأول، ص:87

9 ۔الشعراء:۱۳

10 ۔ السباء:۱۹

11 ۔ تفسیر القرطبی، ج:۱، ص:۴۲۔۴۷

12 ۔ الخطیب البغدادی(۴۰۳ھ)احمد بن علی تاریخ بغداد، دار لکتب العلمیہ، بیروت، س۔ن، ص:75

13 ۔ البقرۃ۲۸۲:۲

14 ۔ البقرۃ۱۲۵:۲

15 ۔ البقرۃ۱۹۱:۲

16 ۔ البقرۃ۲۲۲:۲

17 ۔ آل عمران۷:۳

18 ۔ النساء۴۳:۴

19 ۔ الجن،۸:۷۲

20 ۔ المائدہ۸۹:۵

21 ۔ فضائل القرآن، ص:۳۳۹،رواہ احمد من طریق عفان:۲۰۳۱۱

22 ۔ فضائل القرآن:ص:۳۴۰،إسناد ضعیف جدا من أجل الکلبی

23 Fatima, Noor, Sajid Anwar, Saad Jaffar, Amara Hanif, Hafiz Muhammad Hussain, Muhammad Waseem Mukhtar, and D. Khan. "An insight into animal and plant halal ingredients used in cosmetics." Int J Innov Creat Chang 14 (2020): 2020.

24 ۔ الانشقاق۱۷:۸۴

25 ۔ النازعات۱۴:۷۹

26 ۔ فضائل قرآن:۳۳۴

27 ۔ الانعام۱۴:۶

28 ۔ فضائل قرآن:۳۴۵

29 ۔ ابن جریر طبری،ج:۱،ص:۴۷

30 ۔ تفسیر ابن جریر،ج:۱،ص:۴۹

31 ۔ صحیح بخاری:۲۴۱۹، صحیح مسلم:۲۷۰،ابوداؤد:۱۴۷۵،سنن ترمذی:۲۹۴۳

[32] ۔ مسند احمد: ج:۵، ص:۴۱

[33] ۔ الحدید ۱۳:۵۷

[34] ۔ البقرۃ ۲:۲۰

[35] ۔ رسالہ رشد، قراءت نمبر ۳، سرپرست حافظ عبد الرحمن مدنی، مکتبہ القرآن الکریم، دارالعلوم اسلامیہ، لاہور

[36] ۔ المائدہ ۵:۶۰

[37] ۔ یوسف ۱۲:۱۲

[38] ۔ یوسف ۱۲:۳

[39] ۔ الانعام ۶:۱۴

[40] ۔ رسالہ رشد، قراءت نمبر ۳، سرپرست حافظ عبد الرحمن مدنی، مکتبہ القرآن الکریم، دارالعلوم اسلامیہ، لاہور

[41] ۔ سیوطیؒ، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ج:۱، ص:۴۳

[42] الزرقانی، عبد العظیم، مناہل العرفان فی علوم القرآن، ج:۱، ص:۴۸

[43] ۔ ابن الجزریؒ، طبقات القراء، ج:۱، ص:۳۳۴